ہر ملک میں مراکز دعوت الی اللہ کے مستقل قیام کیلئے ہدایات

داعیین الی اللہ خدا نما وجود بننے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ / دسمبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

دعوت الی اللہ کے کام کو زیادہ منظم اور مرتب کرنے کے سلسلہ میں میں کچھ ہدایات دے رہا ہوں۔اس سلسلہ میں ایک بہت ہی اہم چیز یہ ہے کہ ہر ملک میں کم از کم ایک مرکز دعوت الی اللہ کے مستقل قیام کی ضرورت ہے۔اب یہاں انگلستان میں جہاں لندن میں ہیڈ کوارٹر ہے وہاں اگر کوئی باہر سے دعوت الی اللہ کرنے والا حاضر ہو یا اپنے کسی دوست کو لے کر آئے تو کوئی ایسا الگ ہال یا کمرہ نہیں ہے جہاں دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں ہر قسم کی ضرورتیں بھی مہیا ہوتی ہوں اور دعوت الی اللہ کے کام کو سکھانے کے لئے انتظام بھی موجود ہو۔اس سلسلہ میں جس قسم کے مرکز کا قیام میرے ذہن میں ہے میں اس پر مزید تفصیل سے روشنی ڈالتا ہوں۔میرے خیال میں ہر جگہ جہاں کوئی مربی ہو یا تمام بڑی جماعتوں میں یا کم از کم آغاز میں ملک کے ہیڈ کوارٹر میں جہاں ملک کا مرکز ہو وہاں ایک جگہ خصوصیت سے دعوت الی اللہ کے لئے مخصوص کرنی چاہئے اور اس میں دعوت الی اللہ میں استعمال ہونے والی وہ تمام ضروریات مہیا ہونی چاہئیں جن کا خصوصیت سے اس ملک سے تعلق ہو۔کچھ تو ایسی ضروریات ہیں جو تمام دنیا میں مشترک ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کا مختلف ملکوں سے خصوصی تعلق ہوتا ہے۔پس جو مشترک ضروریات ہیں وہ تو ہر ملک میں اس طرح ہوں گی لیکن خصوصی ضروریات مثلاً گھانا Ghana سے تعلق رکھنے والی، بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والی، امریکہ

یا کینیڈا سے تعلق رکھنے والی یہ ان ہی ممالک میں ہوں گی جہاں ان کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسے مراکز میں قرآن کریم کے مختلف تراجم موجود ہونے چاہئیں۔ یعنی اس حد تک موجود ہونے چاہئیں جس حد تک اس ملک میں ضرورت پیش آسکتی ہے۔ وسیع لائبریری الگ موجود ہے یعنی ہدایت ہے کہ ہر ملک میں قائم کر دی جائے۔ اس لئے اس لائبریری کا اعادہ مقصود نہیں مگر اس میں سے وہ حصہ جس کی اس ملک میں دعوت الی اللہ کے لئے ضرورت ہے وہ منتخب کر کے اسے ضرور وہاں اس کمرہ میں سجانا چاہئے۔ مثلاً اگر بنگال ہے تو قرآن کریم کا بنگلہ ترجمہ اور اس سلسلہ میں جماعت کی طرف سے جو اور خدمات کی گئی ہوں ان کے وہ سارے نمونے موجود ہونے چاہئیں، اسی طرح بنگال میں جو دوسری اقلیتیں پائی جاتی ہیں جن کی زبان الگ ہے لیکن بنگال میں ایک معقول تعداد میں وہ لوگ موجود ہیں ان کے لئے بھی ضرورت کا سامان مہیا ہونا چاہئے۔ مثلاً چٹاگانگ کے علاقہ میں بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں برمی زبان سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے اگر چٹاگانگ میں یہ مرکز قائم ہو تو برمی زبان کا لٹریچر بھی وہاں موجود ہونا چاہئے۔

اس کے علاوہ ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کے لئے معلومات مہیا ہونی چاہئیں کہ یہاں کیا کیا ہے؟ اور اس کے باقاعدہ چارٹس بن کر اس کمرے میں لٹکنے چاہئیں جو تعارف کا رنگ رکھتے ہوں گے۔ مثلاً یہ ذکر ہو کہ ہمارے پاس آڈیو ویڈیو میں یہ یہ چیزیں یہاں موجود ہیں۔ ان کو دکھانے کا انتظام موجود ہے۔ ان ان زبانوں میں یہ چیزیں موجود ہیں۔ اگر آپ میں سے کسی کو دلچسپی ہو تو ان کو دکھانے کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ حصہ لکھنا ضروری نہیں لیکن یہ بتانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ لٹریچر میں سے مختلف زبانوں میں جو لٹریچر موجود ہے اس کا تعارف ہوتا کہ آنے والا سب سے پہلے اس چارٹ کو ملاحظہ کر کے یہ معلوم کرے کہ ہمارے پاس یہاں کیا کچھ ہے۔ اس کے بعد اس کمرے میں تمام ضروری لٹریچر بھی جو تبلیغ کے سلسلہ میں استعمال ہوتا ہو وہ موجود ہونا چاہئے۔ آڈیو ویڈیو کیسٹ کے نمونے ہونے چاہئیں اور ان کے دکھانے کا انتظام ہونا چاہئے اور وہ لٹریچر جس کے متعلق یہ خیال ہو کہ اس کا مطالبہ ہوسکتا ہے اس کا سٹاک کسی جگہ موجود ہونا چاہئے۔ اس کمرے کے معائنہ کے بعد اگر کسی کو کسی خاص کتاب میں، کسی آڈیو ویڈیو میں دلچسپی پیدا ہو تو معلوم ہو کہ وہ کیسے حاصل کی جائیں گی اور کتنی دیر میں وہ مہیا ہوسکتی ہیں۔ وہ چیزیں جو قیمتاً مہیا ہونی ہیں ان کے متعلق معلوم ہونا چاہئے جو

جماعت کی طرف سے تحفۃً پیش کی جاسکتی ہیں ان کے متعلق معلومات مہیا ہونی چاہئیں۔غرضیکہ ایک ایسا کمرہ ہو جس میں اٹھنے بیٹھنے کا بھی انتظام ہو۔اگر چائے وغیرہ کی سہولت مہیا کی جاسکے تو اور بھی بہتر ہے ورنہ کم از کم تبلیغی ضروریات کے سلسلہ میں تمام چیزیں موجود ہونی چاہئیں۔

اس کے علاوہ ہمارے لٹریچر میں جو حوالے مذکور ہیں جو کثرت سے استعمال ہونے والے ہیں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔کچھ کا عیسائیت سے تعلق ہے کچھ کا ہندوازم سے، کچھ کا سکھ ازم سے، بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ جب دعوت الی اللہ کرنے والے کو کوئی سوال کرتا ہے کہ تم نے جو فلاں اقتباس بتایا ہے کہ ہماری کتابوں میں موجود ہے یہ دکھاؤ کہاں ہے تو دو طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں۔اول یہ کہ اصل کتاب اس ملک میں ہی موجود نہیں ہوتی دوسرے حوالے ناقص ہوتے ہیں۔اور ہمارے پرانے طبع شدہ لٹریچر میں یہ بہت بڑی مشکل ہے کہ حوالوں کا انداز ایسا مضمون نگار کا سا تھا واقعاتی طور پر صحت کے ساتھ اعداد و شمار درج کرنے کا رجحان ہر شخص میں نہیں پایا جاتا۔اس زمانہ میں جو مضمون لکھنے والے مضمون نگار تھے وہ بڑے اچھے اچھے دعوت الی اللہ کی مہارت رکھنے والے لوگ تھے۔لیکن کتابوں کے حوالوں کے فن سے ناواقف تھے۔اور چونکہ سچ بولنے والے تھے اس لئے وہ اپنے بھولپن میں یہ سمجھنے لگ جاتے تھے کہ ہم نے تو حوالہ دیکھا ہے ہم جانتے ہیں کہ سچا ہے بس یہی کافی ہے اور ذکر کر دیا کہ فلاں جگہ حوالہ موجود ہے اور اکثر علمی کتابیں جو شائع بھی ہوئی ہیں ان میں ایسے حوالے ہیں کہ دیکھئے، بدر سن ۱۹۰۰ فلاں یا الحکم ۱۹۰۰ فلاں اور اس حوالے سے آگے پھر وید کا حوالہ یا گیتا کا حوالہ ہے یا بائیبل کا حوالہ ہے حالانکہ معمولی سی بات ہے کہ جو کتابیں مستقل نوعیت کی ہیں سب دنیا میں شائع شدہ ہیں ان کے حوالوں کی تلاش کے لئے کوئی بدر کے فلاں سن کے پرچے میں جائے گا اور وہاں سے جا کر ڈھونڈے گا۔تو مضمون نگاروں نے اپنے بھول پن میں یا سہل انگاری سے ایسے حوالے درج کر دیئے جن تک پہنچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اور ان کی تلاش ان رستوں سے بے ضرورت ہے جو رستے وہاں دکھائے گئے ہیں۔پھر جب ان حوالوں کو دیکھا جاتا ہے جو اصل کتاب کے ہیں تو بسا اوقات یہ دقت پیش آتی ہے کہ وہاں ایڈیشن کا ذکر نہیں کہ کس ایڈیشن کے کس صفحہ کا حوالہ ہے۔گویا کہ صرف ایک ہی ایڈیشن ساری عمر میں اس کتاب کا شائع ہوا ہے اور جو شخص بھی کہیں سے وہ کتاب اٹھائے گا اس کو سیدھا اس صفحہ پر وہ حوالہ دکھائی دے گا۔تو کئی دعوت الی اللہ

کرنے والوں کو بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔ جب اصل کتاب دکھائی جائے تو وہاں سے کچھ بھی نہیں نکلتا حالانکہ حوالے موجود ہیں۔ پھر ترجموں سے متعلق اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ یہ ترجمہ ہم تسلیم نہیں کرتے اور اس کے مستند ترجمہ کرنے والے کی کتاب پیش کی جانی ضروری ہے اور ایک سے زیادہ ایسے ترجموں کے حوالے دینے چاہئیں جو مدمقابل کو منظور ہوں اس لئے بہت ضروری ہے کہ حوالوں کے سلسلہ میں دعوت الی اللہ کے مرکز میں کچھ ایسا مواد موجود ہو جسے تبلیغ کا شوق رکھنے والے، روزمرہ اگر وہ آسکتے ہیں ورنہ کبھی کبھی جب بھی آسکیں، آکر دیکھیں، ان حوالوں کا مطالعہ کریں، اور خود تسلی پکڑ لیں کہ ہاں یہ چیز اس شکل میں فلاں جگہ موجود ہے، اس سلسلہ میں ایک دقت یہ ہے کہ اگر یہ ساری اصل کتب مہیا کی جائیں تو بہت ضخیم لائبریری بن جائے گی۔ اس لئے ہم نے اس کا یہ علاج سوچا ہے کہ اصل کتاب سے فوٹو سٹیٹ یعنی عکسی تصویریں اتار کر ان کے حوالے وہاں اکٹھے کر دیئے جائیں اور منضبط کر دیئے جائیں تا کہ جس طرح کمپیوٹر کے ذریعہ معلومات حاصل کی جاتی ہیں اسی طرح ان حوالوں تک پہنچنے کے لئے کوئی ایسا چھوٹا سا کتابچہ ہو جس کی مدد سے ایک شخص معین طور پر معلوم کر سکے کہ جس حوالے کی مجھے ضرورت ہے اس کی عکسی تصویر کہاں ہے اور عکسی تصویر کی کچھ کتابیں بنوائی جاسکتی ہیں وہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک دو عکسی تصویروں کی کتابیں بنوا کر ہم نے ایک دفعہ تمام مشنز کو بھجوائی بھی تھیں جو روزمرہ کے استعمال ہونے والے جماعت کے حوالے ہیں۔ وہ ان پر مشتمل تھیں لیکن ہر مذہب کے لئے خصوصی حوالوں کی کتابیں تیار ہونی چاہئیں۔ ایک دفعہ میں کوئٹہ میں ایک مجلس سوال و جواب میں شامل ہوا تھا وہاں ایک شخص نے اعتراض کر دیا کہ آپ پرانوں کا حوالہ دے کر حضرت مسیحؑ کے کشمیر کے سفر کا ذکر کرتے ہیں لیکن جو حوالہ آپ نے دیا ہے یہ تو ہے ہی نہیں یہ حوالہ غلط ہے اور میں ثابت کر سکتا ہوں۔ ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہوگی جس میں وہ حوالہ مختلف طریق پر درج ہوگا یا مختلف صفحوں پر درج ہوگا۔ ہمارے درج کرنے والے نے جس کتاب کا حوالہ دیا اس کے صفحے اور تھے، اس کی ترتیب اور تھی، تو اس وقت فوری طور پر تو میں اس کے چیلنج کو قبول نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ وہ حوالہ کہاں ہے اور اس کا ترجمہ بھی درست ہے یا نہیں لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ حوالہ درست موجود ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے۔ اس میں غلطی کا کوئی دور کا بھی شائبہ نہیں ہے لیکن میں جا کر تلاش

کروں گا۔ کوئٹہ سے ربوہ آ کر تلاش کرنے کے بعد اس حوالے کا علم ہوا اور یہاں انگلستان آنے کے بعد ایک پنڈت کو میں نے وہ حوالہ بھجوایا اور ان سے درخواست کی کہ آپ خود اس کا ترجمہ تفصیل سے کر کے دیں۔ تفصیل سے مراد یہ تھی کہ اس حوالے سے کچھ پہلے کی آیات کا بھی اور کچھ بعد کی آیات کا بھی یا آیات نہ کہیں تو فقرات کا ترجمہ تا کہ سیاق وسباق کا علم ہو سکے۔ انہوں نے جب وہ ترجمہ کر کے بھیجا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہمارے ہاں شروع سے جو ترجمہ مروج ہے اس کے مقابل پر یہ ترجمہ ہماری بہت زیادہ تائید کرنے والا ہے۔ مثلاً اس حوالے میں راجہ شال باہن کا ذکر ہے، یوز آسف کا ذکر ہے لیکن مسیحؑ کا ذکر نہیں ملتا۔ ہمارے ترجمے جو عام طور پر مروج ہیں ان میں مسیحؑ کا نام نہیں ملتا۔ لیکن یہ ہندو پنڈت جس کو علم بھی نہیں تھا کہ میں کیوں اس کا ترجمہ کروا رہا ہوں، اس نے جب یوز آسف کا ذکر کیا تو یوز آسف کے ضمناً ایک ذکر کے بعد جب اس کا اصل ذکر اس طرح آتا ہے کہ راجہ شال باہن کا اس نئے آنے والے کے ساتھ سوال و جواب ہوا جس کو انہوں نے وادی میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پھرتے ہوئے دیکھا تھا تو اس سوال و جواب میں راجہ شال باہن نے جب اس آنے والے اجنبی سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے تو انہوں نے کہا: مشیحو اور مسیح اور مشیح یہ ایک ہی چیز کے دو تلفظ ہیں اور بعد میں بھی میسحو نام سے وہ ذات مبارک اپنے آپ کو متعارف کراتی رہی اور اسی حوالے سے بات کرتی رہی۔ چنانچہ جو تفصیلی حوالہ ہے وہ بہت زیادہ قوی شواہد ہماری تائید میں رکھتا ہے۔

یہ جو ایک عادت پڑ چکی ہے کہ پرانے حوالے جس قسم کے بھی درج ہوئے ہیں ان کو اسی طرح لئے چلو اور اصل کو دیکھو ہی نا۔ اس سے دعوت الی اللہ کے کام کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور دعوت الی اللہ کرنے والے کا دماغ بھی وسعت اختیار نہیں کرتا۔ یہ عادت پیدا کرنی چاہئے اور اس عادت کو پورا کرنے کے لئے سامان مہیا کرنے چاہئیں کہ دعوت الی اللہ کرنے والے جماعت کی طرف سے جو حوالے پیش کرتے ہیں وہ خود ان حوالوں کا مطالعہ کریں اور مختلف پہلوؤں سے ان کا مطالعہ کر کے۔ جائزہ لے کر اپنے دل کو پوری طرح اطمینان دلائیں کہ جماعت احمدیہ جو بات کہتی ہے سو فیصدی درست ہے اور اگر کوئی اس کو چیلنج کرے تو اس کے مقابل پر اس کو بلا کر دکھا سکیں۔ اصل کتاب کی فوٹو سٹیٹ اگر دکھا دی جائے تو اس سے بہت حد تک تسلی ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یہ دعوت الی اللہ کے لئے قطعی ذریعہ ہے مگر آنے والا ممکن ہے یہ کہے کہ نہیں! اصل کتاب دیکھنا چاہتا

ہوں تو اس کی اصلی کتاب کے متعلق بھی یہ معلومات ہونی چاہئیں کہ کہاں موجود ہے اگر اس ملک میں موجود نہیں ہے تو کس جگہ موجود ہے؟ اس کی کسی لائبریری سے پتہ کرنا چاہئے کہ اس ملک کی کسی لائبریری میں موجود ہے کہ نہیں چنانچہ اس کے متعلق بھی معلومات ہونی چاہئیں۔ بہت سی کتابیں ہیں جن میں ایک اور نقص یہ پیدا ہوجاتا ہے کہ حوالہ اس وقت کے لحاظ سے درست تھا لیکن بعد میں تبدیلیاں پیدا کرلی گئیں اور چونکہ وہ مخصوص حوالہ جماعت احمدیہ کی تائید میں ایک روشن نشان کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے مدمقابل نے تحریف سے کام لیتے ہوئے بعد میں جو کتب شائع کیں ان میں سے وہ حوالہ غائب کردیا گیا۔

مولوی دوست محمد صاحب نے اس سلسلہ میں ایک دفعہ تحقیق کر کے ایک بہت ہی عمدہ مضمون شائع کیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ بعض ظالموں نے احادیث میں بھی تحریف کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اس وجہ سے کہ جماعت احمدیہ کو اس کا فائدہ پہنچتا تھا۔ اسی طرح عیسائیوں نے تحریف سے کام لیا ہے۔ بائبل کے بعض پرانے نسخوں میں اسلام کی تائید میں کھلا کھلا حوالہ موجود ہے لیکن بعد میں شائع ہونے والے نسخوں میں وہ حوالہ موجود نہیں ہے۔ جنم ساکھی بھائی بالا سکھوں کے لئے اتنی مقدس کتاب ہے۔ لیکن وہاں بھی ایک جگہ تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً وہ حوالہ جس میں بٹالہ کے پرگنہ میں ایک ایسے گورو کے ظاہر ہونے کی خوشخبری حضرت بابا گورونانک نے دی جس کے متعلق فرمایا کہ وہ بھگت کبیر سے بھی بڑا ہوگا۔ اب بڑی معین پیشگوئی ہے لیکن اب آپ جنم ساکھی بھائی بالا کو اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو وہ پیشگوئی کہیں دکھائی نہیں دیگی لیکن ہمارے لٹریچر میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے مختلف کتابوں کے بہت سے حوالے دیئے ہیں جن میں بعد میں تحریف کرلی گئی اور بعد کے ایڈیشنز میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

تو دعوت الی اللہ کا کام بہت احتیاط کا کام ہے اور بہت غور اور فکر کے ساتھ اس کے سارے پہلوؤں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ پس معلوم کرنا چاہئے اور اگر کسی ملک میں ایسے وسائل نہ ہوں کہ وہ خود معلوم کرسکیں تو مرکز کو لکھ کر اپنی مشکلات پیش کریں اور تمام وہ حوالے جن کا روزمرہ کسی ملک میں استعمال ہوتا ہو کم از کم ان حوالوں کو مگر کوشش یہی کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ حوالوں کو ایسے رنگ میں محفوظ کرلیا جائے کہ جب بھی کوئی اس کے متعلق مزید جستجو کرنا چاہے اس کے پاس کافی مواد موجود

ہو۔حوالوں کو ترتیب دی جائے۔اصل اقتباسات کی فوٹو سٹیٹس یعنی عکسی تصویریں مہیا کی جائیں اوران سے متعلق مختصر تعارف کرایا جائے کہ یہ فلاں ایڈیشن میں موجود تھا بعد کے ایڈیشنز میں تحریف ہوئی ۔تحریف شدہ ایڈیشنز کی فوٹوسٹیٹس بھی شامل کی جائیں ۔یہ معلومات مہیا کی جائیں کہ فلاں فلاں لائبریری میں یہ مواد آج بھی موجود ہے اور مثلاً اگر برٹش میوزیم کی لائبریری میں کوئی پرانی کتاب اصل صورت میں موجود ہے تو اس سے مصدقہ نقول حاصل کرنی چاہئیں کیونکہ جب ان باتوں کا چرچا ہو اور دشمن اپنے آپ کو مغلوب دیکھے تو بعض دفعہ شرارت کرتا ہے۔بعض دفعہ کتابوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ بعض ضروری کتب کو دشمن چرا کر لے گیا اور ضائع کر دیا اور ان کی حفاظت کی چونکہ پوری احتیاط نہیں کی گئی تھی اس لئے سلسلہ کو نقصان پہنچا۔ربوہ میں بھی جب باہر سے سوال وجواب کے لئے وفود آیا کرتے تھے تو ان میں بعض تنگ نظر اور متعصب لوگ بھی آجایا کرتے تھے تو مجھے لائبریرین صاحب سے علم ہوا کہ انہوں نے وہاں یہ حرکت کرنی شروع کر دی۔جو نایاب نسخے جماعت کی تائید میں استعمال ہوتے ہیں ان میں سے ایک نسخہ ایک مولوی صاحب نے جیب میں ڈالا اور کھسک گئے اور نسخہ پھر غائب ہو گیا۔میں نہیں جانتا کہ اس کا متبادل پھر مہیا ہوا کہ نہیں۔مگر ایسے واقعات ہوتے ہیں۔

اس لئے اقتباسات کے سلسلہ میں یہ احتیاط کی جائے کہ اپنے اپنے ملک میں جہاں وہ اصل کتاب موجود ہو اس کا حرف عکس نہ اٹھایا جائے بلکہ اس کے اوپر لائبریرین کی تصدیق کرائی جائے کہ ہم نے یہ عکس با قاعدہ طور پر تصدیق کرنے کے بعد جاری کیا ہے اور اس کے بعد پھر اگر کوئی شرارت کرتا بھی ہے تو اس شرارت کا اتنا بڑا نقصان نہیں ہوگا۔تو ان معنوں میں دعوت الی اللہ کے مراکز تیار کرنے چاہئیں جو معنی میں نے بیان کئے ہیں اور پھر ان میں آڈیو ویڈیو کا تعارف بھی ہو مختلف مواقع پر جو سوال وجواب کی مجالس ہیں یا دوروں کی تصاویر ہیں یا جلسہ سالانہ کی روئیداد ہے اس کے متعلق پہلے تعارف ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس یہ یہ چیزیں موجود ہیں اور کس کس قسم کے لوگوں کے لئے کون کون سا مواد موجود ہے اور اس کے دکھانے کا انتظام ہو تو جو بھی باہر کی جماعتوں سے یا مقامی شہر سے آتا ہے وہ کچھ عرصہ بیٹھے،اس کا دل لگے اور اس کو معلوم ہو کہ میرا کہاں مقام ہے جہاں آکر میں نے مزید معلومات حاصل کرنی ہیں۔اس دفتر سے اپنائیت کا احساس پیدا ہو اور وہاں رونق

لگنی شروع ہو اور دوستوں کو لا کر یعنی غیر احمدی دوستوں کو بھی لا کر وہاں بٹھایا جائے اور وہاں کے آڈیو ویڈیو لٹریچر سے استفادہ کیا جائے۔

اس کے علاوہ اس سنٹر میں ایسا رجسٹر ہونا چاہئے جہاں مطالبات کا اندراج ہو۔اس کے کھلنے کے باقاعدہ اوقات مقرر ہونے چاہئیں۔مطالبات کا اندراج ان معنوں میں ہو کہ ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے فلاں فلاں کتب کی ضرورت ہے لیکن وہ کتابیں ان کے پاس نہیں ہیں تو وہاں سیکرٹری ہو خواہ وہ مستقل طور پر تنخواہ دار ملازم کے طور پر رکھا گیا ہو یا جیسا کہ بہتر رواج ہے کہ کوئی رضا کار اپنا وقت دے کر وہاں بیٹھا ہو اور اس کا فرض ہو کہ کسی رجسٹر پر ایسے مطالبات درج کریں اور کارروائی کے خانہ میں بعد ازاں یہ درج کرے کہ اس مطالبے کی کب تعمیل ہوئی ورنہ بعض دفعہ ۶-۶ مہینے کے بعد لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ جی ہم فلاں جگہ گئے تھے اور وہاں ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ فلاں لٹریچر بھیجا جائے ،فلاں کیسٹ مہیا کی جائے اور ہمارے دوست آج تک مانگتے ہیں اور ہم شرمندہ ہیں لیکن ہمیں اب تک وہ مہیا نہیں کی گئی۔ پوچھنے والے بھی چھ چھ مہینے کے بعد بتاتے ہیں اور اس وقت یہ بھی نہیں پتہ لگتا کہ کس سے پوچھا گیا تھا۔کہاں یہ مطالبہ درج ہے اس لئے لٹریچر کا مطالبہ ہو یا آڈیو ویڈیو کیسٹس کا ہو لازماً کسی رجسٹر میں وہ مطالبات درج ہونے چاہئیں اور ان پر کارروائی کا خانہ خالی رہے جب تک وہ کارروائی ہو نہیں جاتی اور اگر کچھ عرصہ تک کارروائی نہیں ہوتی تو یہ اندراج ہو کہ کیوں کارروائی نہیں ہوئی اور ایسی باتیں جن کا مجبوریوں سے تعلق ہو مثلاً کوشش کے باوجود وہ چیز دستیاب نہیں ہو رہی تو ان کے متعلق مجھے بھی لکھنا چاہئے۔ جہاں روزمرہ کی کاروائی ہو رہی ہے وہاں مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جہاں کوئی مشکل در پیش ہو،کوئی روک پیدا ہو جائے تو وہاں ضرور مجھے اطلاع کرنی چاہئے کہ فلاں ملک میں فلاں دعوت الی اللہ کے کام کے سلسلہ میں یہ روک ہمارے رستہ میں حائل ہوئی ہے تا کہ حتی المقدور اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس کے علاوہ ایک ایسا رجسٹر ہونا چاہئے جس میں مخالفین کی جوابی کارروائی یا ابتدائی طور پر ان کی طرف سے جماعت کے خلاف معاندانہ کارروائیوں کا ذکر ہو کر آگے کارروائی کے خانہ میں یہ ذکر کیا جائے کہ ہم نے اس کے جواب میں کیا اقدامات کئے ہیں۔بعض دفعہ ایسی باتیں علم میں آتی ہیں جن کے متعلق جوابی کارروائی کرنے کا کوئی اپنے آپ کو ذمہ دار ہی نہیں سمجھتا۔وہ سمجھتے ہیں ہر

جوابی کارروائی براہ راست مرکز سے ہونی چاہئے مثلاً انگلستان میں بعض دفعہ عیسائیوں کی طرف سے، بعض دفعہ دوسرے مسلمانوں کی طرف سے جماعت کے خلاف اشتعال انگیز لٹریچر، غلط فہمیاں پھیلانے والا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے اور یہاں کوئی شخص اپنے آپ کو یہ ذمہ دار نہیں سمجھتا کہ اگر خلیفہ وقت یہاں موجود نہ ہو تو تب بھی ہماری لازماً ذمہ داری ہے کہ ہم خود اس کا جواب دیں یا جواب تلاش کریں۔ فوری طور پر جماعت کو مطلع کریں کہ کیا کارروائی کی جارہی ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی مہینے کے بعد اتفاقاً کوئی احمدی دوست وہ لٹریچر اٹھا کر مجھے بھجوا دیتا ہے کہ میرے علم کے مطابق فلاں وقت سے یہ لٹریچر تقسیم ہو رہا ہے اور ہمارے بچوں کے دماغوں پر برا اثر پڑ رہا ہے یعنی اگر وہ اس سے منفی رنگ میں متاثر نہیں بھی ہوئے تو تکلیف کا اثر تو ضرور پڑتا ہے۔ بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں ایسی باتیں کی جارہی ہیں ہماری طرف سے کیا جواب ہے تو ایسی اطلاع ملنے پر جب میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ واقعۃً یہ بات درست ہے اور وہ بات یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں سے مناظروں کے دوران جہاں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سختی کی گئی ہے اور آپ کی گویا ہتک کی گئی ہے۔ ان الفاظ کو سیاق وسباق سے نکال کر اس طرح پیش کیا گیا کہ جس کے نتیجہ میں بہت ہی غلط تاثر پیدا ہوتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں حضرت مسیحؑ کی کوئی بھی عزت نہیں تھی بلکہ آپ ان کو یہ اور یہ اور یہ اور یہ سمجھتے تھے اور الفاظ ایسے ہیں جن سے واقعۃً طبیعت ایک دفعہ مکدر ہو جاتی ہے کہ اگر مسیحؑ واقعی نعوذ باللہ ایسے خوفناک شخص تھے تو نبی اللہ تو درکنار وہ ایک عام شریف انسان کہلانے کے مستحق بھی نہیں رہتے۔ یہ تاثر ہے جو قائم کیا جاتا ہے اور قائم کیا جارہا تھا اور مہینوں گزر گئے لیکن جماعت انگلستان کو یہ خیال نہیں آیا کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم فوری طور پر معلوم کریں کہ ان باتوں کا جواب کہاں پہلے سے موجود ہے۔ اگر نہیں ہے تو فوری طور پر اس کا جواب تیار کروایا جائے اور تقسیم کروایا جائے۔ چنانچہ میں نے پھر اس کا جواب لکھوایا اور ”حضرت مسیحؑ کی ہتک کا الزام“ کچھ اس قسم کا اس کا عنوان ہے اور اسے پھر باقاعدہ شائع کروایا۔ میں نہیں جانتا کہ ابھی تک جماعت انگلستان نے اس کا انگریزی ترجمہ کر کے تقسیم کرایا ہے کہ نہیں۔ مگر جب اس کا جواب آپ پڑھتے ہیں تو صورت حال بالکل برعکس ہو جاتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام پہلے کی نسبت کئی گنا دل میں بڑھ

جاتا ہے۔ کیونکہ اس مناظرے کا پس منظر بتایا جاتا ہے وہ صورت حال بتائی جاتی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں پر یہ جوابی حملہ کیا ہے اور جب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ یہ حملہ ہرگز اس پاک اور مقدس ذات پر نہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں مسیح نبی اللہ کے طور پر ملتا ہے بلکہ اس فرضی وجود پر ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور عیسائیوں کے لٹریچر میں خود ان کی اپنی زبان سے اس کا یہ تعارف کروایا گیا ہے اور جب یہ بتایا جاتا ہے کہ اس قسم کے جوابی حملے کی ضرورت کیوں پیش آئی تو پڑھنے والے کا دل بجائے اس کے کہ احمدیت سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متنفر ہوا چانک حضرت مسیح موعودؑ اور احمدیت کی تائید میں اس کا دل پلٹ جاتا ہے۔

چنانچہ اس کا ایک تجربہ ہالینڈ میں ہوا وہاں احمدیت کے ایک بہت پرانے واقف اور جماعت میں آنے جانے والے دوست تھے جو غالباً گزشتہ ۲۴ سال سے یا اس سے بھی شاید زائد عرصہ سے ہالینڈ میں تھے۔ وہ ایک اچھے عالم اور علم دوست انسان تھے۔ ان کے متعلق جب مجھ سے تعارف کروایا گیا کہ انہوں نے حال ہی میں بیعت کی ہے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کس طرح آپ کو بیعت کی توفیق ملی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے آپ کے مقامی امام نے ایک رسالہ ڈچ زبان میں ترجمہ کے لئے بھجوایا تھا اور اس کا عنوان ہے: ’’حضرت مسیحؑ کی ہتک یا گستاخی کا الزام اور اس کا جواب‘‘ وہ کہتے ہیں جب میں نے وہ پڑھا تو حضرت مسیحؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اس طرح دلنشین ہوگئی کہ اس کے بعد میرے لئے کسی تردد کا کوئی سوال باقی نہیں رہا۔ پس وہی چیز جسے ایک رنگ میں دشمن پیش کرتا ہے اور احمدیت سے متنفر کر دیتا ہے جب صحیح پس منظر میں پیش کی جائے تو احمدیت کی محبت پیدا کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔

پس اس پہلو سے ہر ملک کا فرض ہے کہ دشمن کی کارروائیوں پر نظر رکھے اور یہ علم ہوتے ہی کہ فلاں قسم کا لٹریچر جماعت کے خلاف شائع کیا جا رہا ہے فوری طور پر معلوم کیا جائے کہ اس لٹریچر کا پہلے کون سا موثر اور شافی جواب موجود ہے۔ اگر نہ ہو یا اس وقت کے حالات کے تقاضوں کے مطابق پورا نہ ہو تو نیا لٹریچر تیار کیا جائے لیکن یہ کام لازماً اول طور پر سیکرٹری اصلاح وارشاد کا ہے اور چونکہ سیکرٹری دعوت الی اللہ اسی کے تابع ہے یا اسی کے دو نام ہو سکتے ہیں اس لئے جہاں تک مجھے یاد ہے یہ

الگ سیکرٹری نہیں ہے لیکن اگر الگ سیکرٹری مقرر ہو گیا ہو تو اس کی تصحیح کر لی جائے۔ بہر حال اول طور پر یہ کام اصلاح وارشاد کے سیکرٹری کا ہے اور اس کے ساتھ اگر سیکرٹری اشاعت ہے تو اس کا بھی یہ کام ہے اور اگر الگ سیکرٹری دعوت الی اللہ ہے تو اس کا بھی یہ کام ہے۔ ان تینوں میں سے جس کو بھی پہلے معلوم ہو کہ فلاں قسم کا مخالفانہ حملہ شروع ہو چکا ہے تو اس کا اولین فرض ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے ساتھیوں کو بھی مطلع کرے، امیر کو مطلع کرے اور جوابی کارروائی کے لئے فوری طور پر پہلے تحقیق شروع کی جائے اور تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے کہ کسی پرانے شائع شدہ رسالہ کو جواباً شائع کرنے کی ضرورت ہے یا نیا رسالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس تیزی سے اس کے متعلق کارروائی ہونی چاہئے کہ جیسے بجلی کی سرعت سے کام کیا جاتا ہے۔ ورنہ بعض دفعہ مہینوں، بعض دفعہ سالوں جماعت کی مخالفانہ کارروائیوں کا علم رکھنے کے باوجود جوابی کارروائی نہیں ہو رہی ہوتی اور ایک قسم کا انجماد سا پایا جاتا ہے، بے حسی سی پائی جاتی ہے۔ اس طرح تو دعوت الی اللہ کے کام نہیں چل سکتے۔

ایسا تیزی سے ردعمل ہونا چاہئے جیسے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دکھایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ اکیلے تھے۔ کوئی مدد معاون، کوئی مددگار نہیں تھا جب آپ نے کام کا آغاز کیا ہے اور مامور ہونے سے پہلے سے آپ کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اسلام پر حملہ ہو سہی شدید بے تاب ہو جاتے تھے اور فوراً جوابی کارروائی کرتے تھے۔ بعض دفعہ بعض رسالوں کے جواب آپ نے راتوں رات بیٹھ کر لکھے اور ان کو ایک یا دو راتوں میں ہی تیار کر کے اس مضمون کو شائع کروا دیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ تو اس زمانے میں مددگار نسبتاً کم تھے۔ لیکن جو بھی تھے وہ والہانہ جذبے رکھتے تھے اور چونکہ احساس بہت شدید تھا اور دین کی غیرت اور دین کی محبت ایک بہت بلند مقام پر فائز تھی اس لئے یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اسلام کے خلاف کوئی کارروائی ہو اور اس کے جواب میں فوری کارروائی رونما نہ ہو۔

اب یہ جو کیفیت میں دیکھ رہا ہوں اس کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے اور حیرت بھی ہوتی ہے کہ یہ کیوں سمجھا جاتا ہے کہ مجھے ان باتوں کی صرف اطلاع کر دینا کافی ہے۔ بعض دفعہ ربوہ سے بھی صدر انجمن کے کارکنوں کی طرف سے بھی ایسی غلطی ہوتی ہے کہ اطلاع کر دیتے ہیں اور آگے یہ بھی نہیں لکھتے کہ اس کے جواب میں ہم نے کیا کارروائی کی ہے۔ بار بار ان کو لکھ کر اور سمجھانے کے

بعد اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی حد تک اصلاح ہوئی ہے لیکن ابھی بھی بعض دفعہ ایسی حرکت ہو جاتی ہے۔اطلاع کرنا تو بہت اچھا ہے اور ضروری ہے۔ جب بھی کسی قسم کی کوئی مخدوش بات ظاہر ہو۔ قابل فکر صورت حال پیدا ہو تو لازماً مجھے اطلاع کرنی چاہئے لیکن اگر امیر کے علم میں بات آئے یا متعلقہ عہدیدار کے علم میں بات آئے اور وہ اطلاع کرے تو ساتھ یہ اطلاع بھی کرنی چاہئے کہ آپ مطمئن رہیں ہم اس سلسلہ میں یہ جوابی کارروائی کررہے ہیں۔ یا اس جوابی کارروائی کا آغاز ہو چکا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

جہاں تک اعتراضات کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت نے جوابات کا ایک بہت عمدہ سلسلہ طبع کرانا شروع کیا ہے۔وہ زیادہ تر پاکستان کے اور ہندوستان کے علماء کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اسی سلسلہ کو عیسائیت اور دیگر مذاہب پر بھی ممتد کر دیا جائے گا اور جس طرف سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات کے سلسلے انشاء اللہ تعالیٰ طبع ہو کر جماعت کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

لیکن میں واپس اس طرف لوٹتا ہوں کہ دعوت الی اللہ کے مرکز میں ایسا رجسٹر ہونا ضروری ہے جس پر اس قسم کی کارروائیوں کا اندراج ہو اور پھر جوابی کارروائی کے متعلق نوٹ ہو کہ یہ کارروائی کی جا چکی ہے یا کی جارہی ہے۔تا کہ ہر شخص وہاں جب بھی اس رجسٹر کو دیکھے تو اس کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ایک مستعد اور بیدار جماعت ہے اور جس اعتراض کے سلسلہ میں بھی اس کو تلاش ہو وہ کارروائی میں معلوم کر سکے کہ یہ جوابی کارروائی ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے۔

ایک رجسٹر شکایات کا بھی موجود ہونا چاہئے۔ جہاں انتظامات کے خلاف یا کتابوں میں غلطی کے متعلق شکایات ہوں تو وہ درج ہونی چاہئیں اور اس کے متعلق بھی جو جوابی کارروائی ہے یا اصلاحی کارروائی ہے اس کا اندراج ہو۔ بعض دفعہ بعض دوست سلسلہ کے طبع شدہ لٹریچر میں کوئی غلطی نکالتے ہیں یا محسوس کرتے ہیں کہ فلاں بات غلط ہو گئی ہے تو اگر وہ مجھے لکھ دیں تو فوری طور پر متعلقہ شعبہ کو متوجہ کر کے پوری طرح تسلی کر لی جاتی ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی لیکن بسا اوقات بعض دوست مجھے نہیں لکھتے اور اپنے مقامی امیر کو یا کسی عہدیدار کو متوجہ کرا دیتے ہیں اور بات وہاں ختم ہو جاتی ہے۔اس کا مجھے اس لئے علم ہے کہ بعض لکھنے والوں نے یعنی ایسی شکایات

بھیجنے والوں نے مجھے یہ لکھا کہ اتنے سال ہو گئے ہیں ہم جماعت کو، متعلقہ عہدیداران کو متوجہ کر رہے ہیں لیکن کسی نے اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی۔ اسی طرح وہ چیز غلط سلط چھپتی چلی جا رہی ہے اور ایک دو معاملات میں میں نے خود تحقیق کی تو ان کی بات درست نکلی اور پھر جب تحقیق کی کہ کیوں ایسے ہوا ہے تو ہر شخص اپنی ذمہ داری دوسرے پر ڈالتا چلا جاتا تھا اور بعض باتیں اتنی پرانی ہو جاتی ہیں کہ پھر پوری تحقیق ہو بھی نہیں سکتی اور ہو بھی تو اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں رہتا۔ اس لئے ہر جماعت میں اپنے اپنے شعبہ کے متعلق رجسٹر شکایات ہونا چاہئے اور صرف یہیں نہیں بلکہ دوسرے شعبوں میں بھی مگر چونکہ میں یہاں دعوت الی اللہ کا ذکر کر رہا ہوں اس لئے یہاں ایک رجسٹر شکایات ضروری ہے جس میں ایسی شکایات بھی درج ہوں کہ ہم آئے اور ہم سے حسن سلوک نہیں کیا گیا۔ ہم آئے اور ہم نے کہا کہ فلاں صاحب کو ہم اتنی دور سے لے کر آ رہے ہیں مگر مربی صاحب نے پانی بھی نہ پوچھا، بیٹھنے تک کی دعوت نہ دی۔ یا جس عہدیدار کے بھی خلاف شکایت ہو وہ وہاں درج ہونی چاہئے اور متعلقہ بالا افسر یا امیر کی طرف سے جو کارروائی ہو اس کا اندراج ہونا چاہئے۔ ورنہ بعض دفعہ یہ دقت پیش آتی ہے کہ ایک پرانی شکایت کا ذکر کر کے بعض دوست کہہ دیتے ہیں کہ جی! جماعت کے نظام کا یہ حال ہے۔ ہم یہ کرتے رہے، یہ کرتے رہے کچھ بھی نہیں ہوا اور وہ بات ان کی غلط ہوتی ہے یا کارروائی ہو چکی ہوتی ہے اور وہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ تو ایسا رجسٹر اگر ہو تو جب بھی میں جماعت سے پوچھوں کہ کوئی ایسا واقعہ گزرا ہے کہ نہیں اور اگر گزرا ہے تو آپ نے کیا کارروائی کی تو فوراً وہ مجھے دکھا سکیں۔

بہر حال دعوت الی اللہ کا کام چونکہ بہت ہی نازک جذبات سے تعلق رکھنے والا کام ہے۔ اگر کوئی شخص احمدیت میں دلچسپی لے رہا ہے اور اس کے جذبات کو ٹھوکر لگانے کا ظلم کیا جائے تو یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے اس لئے اس معاملہ میں تو غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے۔

داعیین الی اللہ کو تازہ دم رکھنا بہت ضروری ہے تازہ دم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ان کو ایسا مواد مہیا ہوتا رہے جس سے ان کی روح تازہ ہو۔ ان کے اندر دعوت الی اللہ کی محبت پیدا ہو۔ ان کے اندر نئے جذبے بیدار ہوں، ان کا جذبہ، ان کی دعائیں، تبلیغ کے دوران رونما ہونے والے معجزات یہ ایسا مواد ہے جن سے ان کو مختلف رنگ میں مختلف وقتوں میں ایسا مواد مہیا کیا جائے جس سے وہ ان واقعات کو پڑھ کر اپنی روح کی تازگی اور شادابی کے سامان پیدا کریں۔ میں نے حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا اس لئے خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ کے دعوت الی اللہ کے واقعات بہت کم محفوظ ہیں حالانکہ اس زمانہ میں اس کثرت سے دعوت الی اللہ ہوئی ہے اور کوئی بھی پیشہ ور خدمت کرنے والا نہیں تھا جو با قاعدہ تنخواہ دار ہو۔ اس کے باوجود تمام صحابہؓ نے آناً فاناً عرب میں بھی اور عرب سے باہر دوسرے ممالک میں بھی اسلام کا پیغام پہنچایا۔ تو بغیر دعوت الی اللہ کے تو یہ ممکن نہیں تھا لیکن افسوس ہے کہ ان تفاصیل کا کہیں ذکر نہیں ملتا ان تجارب کا ذکر نہیں ملتا، کیا کیا باتیں ہوئیں اور کس طرح ان کو جوابات دیئے گئے ، کیا مشکلات پیش آئیں۔ کس طرح ان مشکلات پر قابو پایا گیا، دعائیں کی گئیں، معجزات رونما ہوئے، ان کا تفصیلی ذکر نہیں ہے۔ منجملہ تاریخ میں صرف ان باتوں کا پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ مگر چونکہ دعوت الی اللہ کی تاریخ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دہرائی گئی ہے اس لئے اس تازہ تاریخ سے ہم استفادہ کر کے یہ بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ پہلے کیا ہوتا ہوگا، کون سی چیزیں تھیں جو کامیاب ہوئی ہیں۔ اس قسم کی کتب اگر ضخیم کتب کی شکل میں پہنچائی جائیں تو بعض دفعہ ایسا فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ وہ زیادہ ضخیم کتابوں کا مطالعہ کر سکے۔ اور ایک دفعہ اگر مطالعہ کر بھی لے تو ایک دفعہ ہی اس کی سیری ہو جائے گی لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ سیری نہ ہو بلکہ بار بار ہو اس لئے چھوٹے چھوٹے رسائل ان مضامین کے شائع ہوتے رہیں خواہ آپ کے ملکی رسائل میں یہ مضامین شائع ہوں یا چھوٹے چھوٹے پمفلٹس کی شکل میں صرف دعوت الی اللہ کرنے والوں کو انگیخت کرنے کے لئے اور ان کے جذبے دوبارہ بیدار کرنے کی خاطر چھپوائے جائیں اور ان تک پہنچائے جائیں تو اس سے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ عموماً بہت فائدہ پہنچے گا۔

پھر ایسے ایمان افروز واقعات کا انتخاب اچھا ہونا چاہئے اور کسی خاص منصوبے کے ماتحت ہونا چاہئے۔ اتفاقی طور پر نہ ہو۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ مختلف مذاہب کا گہرا علم رکھتے تھے اور جب بھی آپ ان کے تبلیغی واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ ان کو مختلف مذاہب کا ذاتی طور پر اتنا گہرا علم تھا اور مناظرے کے دوران مدمقابل ان کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ اس قسم کے واقعات جب کوئی پڑھتا ہے تو لازماً اس کی توجہ اپنا علم بڑھانے کی طرف ہوتی ہے اور اس کا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی ایسا عالم فاضل بنوں۔ حضرت مولوی غلام

رسول صاحب راجیکیؓ کے مناظرے ہیں۔حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے ،حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے،حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہیؓ کے،اس طرح کے بہت بڑے بڑے بزرگ علماء ہیں جن کے علم وفضل کے سامنے انسان اپنے آپ کو ایک بالکل معمولی اور بے حیثیت انسان سمجھنے لگتا ہے۔جب آپ ان کے واقعات پڑھیں تو ان کا رعب دل پر قائم ہوتا ہے۔وہ پہاڑوں کی طرح آپ کے سامنے بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔تو ایسے واقعات کا انتخاب الگ ہو جس سے جماعت میں اپنا علم بڑھانے کا شوق پیدا ہو اور دیگر مذاہب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو۔

اس کے علاوہ فن مناظرہ کے لحاظ سے برجستہ دلچسپ جواب دینے کا فن بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کو بطور خاص حاصل تھا اور اس اعتبار سے بہت بڑے بڑے دلچسپ واقعات ہیں۔بڑے لطائف پیدا ہوا کرتے تھے جب کہ دشمن سمجھتا تھا کہ ہم نے زیر کر لیا ہے۔اچانک اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جواب دینے والے کو خدا تعالیٰ ایسی بات سجھا دیتا تھا کہ اچانک صورت حال دشمن پر پلٹ جاتی تھی تو اس قسم کے جو واقعات ہیں وہ اپنے اندر ایک خاص لطف رکھتے ہیں اور ان کو پڑھنے کے بعد انسان کا ذہن حاضر دماغی کی طرف منتقل ہوتا ہے، برجستہ جوابات دینے کا سلیقہ اس کو آتا ہے اور اس کا شوق پیدا ہوتا ہے۔اور اس کی بھی تبلیغ کے میدان میں بڑی ضرورت ہے کیونکہ نیک نصیحت کے بعد پھر قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:۱۲۶) کہ پھر اگر عقل اور فہم اور دلائل کی لڑائی شروع ہو جائے تو جَادِلْهُمْ خوب لڑو ان کے ساتھ لیکن احسن طریق پر۔اس طرح لڑو کہ تمہاری دلیلیں زیادہ حسن رکھنے والی ہوں تمہارا طرز مجادلہ زیادہ حسین ہو اور زیادہ دلکش ہو تو یہ سب باتیں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے تبلیغی واقعات میں نظر آتی ہیں۔

پھر دعاؤں کے مقابلے ہیں۔جب انسان آگے کوئی راہ نہیں پاتا تو دعاؤں کا مضمون شروع ہو جاتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ نے جہاں بھی دعاؤں سے کام لیا ہے خدا تعالیٰ نے حیرت انگیز نشانات ان کے لئے ظاہر فرمائے ہیں اور آپ جب ان واقعات کو پڑھیں تو حیران ہوں گے کہ آپ میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے خاندانوں کے جد امجد دعاؤں کے طفیل احمدی ہوئے تھے اور بعض خاندان کے افراد کو اپنا پتہ ہی نہیں کہ ہمارے خاندان میں احمدیت کیسے آئی

تھی اور ہمارے بزرگوں نے اس زمانہ میں جب کہ احمدیت کو قبول کرنا ایک بہت بڑے دل گردہ کا کام تھا کیوں قبول کرلیا۔ان واقعات کو پڑھتے ہوئے پھران خاندانوں کے بزرگوں کے بعض دفعہ نام آتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ ان کی ساری اولاد کو پتا ہو کہ ہم کس کی اولاد ہیں کن واقعات کے نتیجہ میں ہمارے بزرگوں کو یہ روشنی نصیب ہوئی مگر بہر حال اس کے علاوہ جو فائدہ میرے زیر نظر ہے وہ یہ ہے کہ ان واقعات کو پڑھ کر ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کے دل میں یہ بات جا گزیں ہو جائے گی کہ دعوت الی اللہ کا کام خشک اور خالی دل کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔اس کا روحانیت کے ساتھ گہرا واسطہ ہے جب تک میں خدا نما وجود نہ بنوں، تک میں اپنے رب سے تعلق نہ رکھوں اس وقت تک یہ کام میرے بس کا نہیں ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قدرت نمائی کے واقعات وہ پڑھ چکا ہوگا اس لئے پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین ہوگا اور خدا تعالیٰ کی محبت دل میں پہلے سے بڑھ کر موجزن ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی ساری زندگی پر اس کے اچھے اثرات مترتب ہوں گے تو یہ دعوت الی اللہ کرنے والا جہاں دوسرے کو خدا کی طرف بلا رہا ہوگا دعوت الی اللہ کی تیاری کے دوران وہ خود بھی خدا کی طرف کھچا چلا جا رہا ہوگا۔

اس لئے دعوت الی اللہ کے کام کو اگر سلیقے اور ترتیب سے کیا جائے تو اس کے بیرونی بھی اور اندرونی بھی بہت بڑے فوائد ہیں اور دعوت الی اللہ کو پھر خدا کے فضل کے ساتھ بڑے بڑے پھل لگ سکتے ہیں۔پس ایک یا دو یا تین باتوں کا نام دعوت الی اللہ نہیں بلکہ ایک بہت وسیع نظام کا نام ہے اس میں جماعت کی انتظامیہ کو بھی بھر پور حصہ لینا ہوگا۔ان ساری باتوں کے جائزے لے کر ایک بہت عمدہ منصوبے کے مطابق سلیقے اور ترتیب کے ساتھ اس کام کو رفتہ رفتہ کھولنا ہوگا اور سب دعوت الی اللہ کرنے والوں پر نظر رکھنی ہوگی۔یہ کام دیکھنے میں بڑا وسیع اور مشکل ہے لیکن حسب توفیق تھوڑا تھوڑا شروع کر دیا جائے تو آسان ہوتا چلا جاتا ہے اور کچھ مشکل نہیں رہتا۔اس سلسلہ میں باقاعدہ کام کرنے والوں کی صرف تربیت کی ضرورت ہے جو شروع میں کچھ مشکل معلوم ہوتی ہے۔امراء اور ان کے ساتھی اگر ایک دفعہ کچھ لوگوں کی صحیح تربیت کرلیں تو وہ ٹیمیں ان کے ساتھ مددگار اور معاون بن کر خدمت کرتی رہیں گی پھر آگے اور اچھے تربیت یافتہ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔

اس کے علاوہ مقامی طور پر جب دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائیدی

نشان ظاہر ہوتے ہیں تو ان کو دیگر داعیین الی اللہ تک پہنچانا بھی بہت اہم ہے اور ہر جگہ جہاں بھی کامیابی سے تبلیغ چل رہی ہے۔ وہاں ایسے واقعات ضرور ہوتے ہیں ۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید کے بغیر تبلیغ کو پھل لگیں اور جہاں بھی کسی نو مبائع سے میں نے گفتگو کی ہے تو اس گفتگو کے دوران مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ محض دلائل کی ہی بات نہیں تھی اور بہت سی باتیں ہیں جنہوں نے اس نو احمدی کے دل پر اثر ڈالا اور بعض اعجازی نشان انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ نشان جو قریب کے نشان ہوں وہ بعض دفعہ دُور کے زیادہ عظیم الشان نشانات کے مقابل پر بھی دل پر زیادہ اثر پیدا کرتے ہیں۔ جو دور کی بات ہے وہ خواہ کتنی ہی بڑی ہو بعض دفعہ دل پر وہ اتنا اثر نہیں کر سکتی جتنا ایک قریب کی چیز دل پر اثر کرتی ہے۔اس وجہ سے آپ کے اپنے تجارب جن میں سے آپ گزرتے ہیں یا اپنے ماحول میں ہونے والا ایک واقعہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس کا دل پر بہت زیادہ گہرا اثر ہوتا ہے۔ بہ نسبت ۱۴۰۰ سال پہلے یا دو ہزار سال پہلے کے ایک اعجازی نشان کا علم ہونے سے جو دل پر اثر پڑتا ہے۔انسانی فطرت ہے کہ جو چیز قریب ہے اس کا دل پر اثر پڑتا ہے اقبال نے اس سلسلہ میں کہا ہے۔

؎ جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہوگا یہی ہے اک حرف محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ (کلیات اقبال)

تو اس شعر میں گہری حکمت ہے۔علامہ اقبال کو بعض احمدی سمجھتے ہیں کہ یہ گویا ایک ایسا نام ہے جس کا ہماری زبان پر آنا ہی گویا کہ جرم ہے ۔ یہ نہایت بے ہودہ خیال ہے ۔علامہ اقبال نے جماعت کے خلاف بھی باتیں لکھی ہیں ۔اس سے پہلے جماعت کی تائید میں بھی بہت کچھ لکھا تھا علاوہ ازیں ایک اچھے شاعر تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اتنے بڑے حکیم امت نہ ہوں جتنا بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی باتوں میں کئی جگہ بہت اچھی اچھی حکمت کی باتیں ملتی ہیں ۔آنحضرت ﷺ کی نصیحت ہے :الحکمة ضالة المومن (ابن ماجہ) ۔پس ہمیں حکمت سے پیار ہونا چاہئے ۔ میں اس لئے اس بات کا ذکر کر رہا ہوں کہ ایک ملک میں ایک مربی نے کسی دوسرے احمدی کے اوپر بڑی سختی کی کہ تم نے جماعتی مجالس میں علامہ اقبال کے ایک شعر کی تعریف کیوں کی ۔ وہ شعر غلط استعمال ہوا تھا اس میں کوئی شک نہیں لیکن جہاں تک علامہ اقبال کے شعر کی تعریف کا تعلق ہے تو جو تعریف کے

قابل چیز ہے ہر سچے انسان کا کام ہے فرض ہے اس کے اندر ایک طبعی جذبہ پایا جانا چاہئے کہ وہ اس کی تعریف کرے۔ پس اس بات کو ہرگز خاطر میں نہ لائیں کہ کوئی اچھی بات علامہ اقبال نے کہی ہے یا ظفر علی خان نے کہی ہے حتیٰ کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے منہ سے بھی کوئی اچھا کلمہ نکل گیا ہو تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی نصیحت یہ ہے کہ الحکمة ضالة المؤمن اصل میں تو وہ مؤمن کو زیب دینے والا کلمہ ہے۔ مومن ہی کی ملکیت ہے۔ ہر اچھی چیز مومن کو زیب دیتی ہے۔ جہاں سے ملے اپنی سمجھ کر لو تو بہر حال اقبال کا جو یہ شعر ہے بہت گہری حکمت پر مبنی ہے۔

ع قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ

تو معجزوں کے قریب تر آپ ہوں اور آپ کے قریب جو معجزے ہیں وہ آپ کو زیادہ روشن دکھائی دیں گے، زیادہ مطمئن کرنے والے دکھائی دیں گے اور وہ دعوت الی اللہ کرنے والے جو اپنے اوپر وارد ہونے والے چھوٹے چھوٹے نشانات پیش کر سکتے ہوں ان کو یقین رکھنا چاہئے ان نشانات میں بہت زیادہ اثر ہوگا بہ نسبت کتابوں میں پڑھے جانے والے ان نشانات کے جو واقعات بہت عظیم الشان تھے۔ پس آپ کے دوستوں کو آپ کی ذات میں کچھ کرامات دکھائی دینی چاہئیں۔ کچھ عجائب کام دیکھنے کے لئے ملنے چاہئیں اور ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس شخص کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ پس جب اس قسم کے واقعات جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ دعوت الی اللہ کرنے والوں کو بھیجیں گے تو لازماً ان کی توجہ اس طرف پیدا ہوگی اور وہ اپنا جائزہ لیں گے اور خدا تعالیٰ سے اپنا قرب کا تعلق بڑھانے کی کوشش کریں گے۔ دل میں بہت دفعہ بے قرار تمنا پیدا ہوگی وہ رو رو کر دعائیں کریں گے کہ اے خدا!

ے گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
ہیں خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

تو نے پہلوں کے ساتھ حسن و احسان کے ایسے سلوک کئے اور ایسے ایسے عظیم الشان نشانات ان کو دکھائے ان کی تائید میں حیرت انگیز طور پر ظاہر ہوا اور حیرت انگیز کام ان کی خاطر دکھائے ہم بھی تو اسی چمن کے شجر ہیں۔ ہمیں بھی ایسے ثمر عطا کر۔ ہم بھی تو اسی چمن کے عاشق ہیں ہمیں بھی وہ پھل نصیب فرما جن پھلوں سے تو نے پہلوں کو سیر کر دیا اور جن پھلوں کی برکت سے جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دعوت الی اللہ کرنے والوں کے ذریعے تو نے پھیلانے کی

توفیق عطا فرمائی ہم پر بھی ایسے افضال کی بارش فرما، ایسے نمونے ہم پر ظاہر فرما۔ یہ دعا ہے جو بعض دفعہ انسان عام طور پر روز کرتا رہتا ہے لیکن اس دعا میں وہ اثر نہیں پیدا ہو سکتا جتنا کسی واقعہ کو دیکھ کر یا پڑھ کر اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی دعا میں اثر ہوا کرتا ہے۔ اس نکتہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں ورنہ دعوت الی اللہ کرنے والے کہیں گے کہ ہمیں ان واقعات کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے ہم روزانہ یہی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں نشان دے اے اللہ! ہمیں برکت دے۔ اے خدا! ہمارے ہاتھ سے معجزات رونما فرما۔ یہ خالی منہ کی باتیں ہیں۔ دعا میں ایک گہرا اثر ہونا چاہئے اور وہ اثر یونہی منہ کی باتوں سے پیدا نہیں ہوا کرتا۔ قرآن کریم نے اس کی مثال دی ہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کے متعلق فرمایا کہ وہ مدتوں سے دعا کر رہے تھے کہ اے خدا! مجھے اولاد دے۔ مجھے بیٹا دے اور اس مضمون کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ساری عمر یہ دعا کی اور مایوس نہیں ہوئے لیکن اس دعا میں وہ اثر پیدا نہیں ہوا جو اس واقعہ کے بعد ہوا کہ آپ ایک دفعہ حضرت مریمؑ کے حجرہ میں گئے۔ وہاں آپ نے اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے والے عظیم نشانات دیکھے۔ وہ رزق دیکھا جو حضرت مریمؑ کو عطا ہو رہا تھا۔ اس کے نتیجہ میں اس کے حوالے سے آپ کے دل میں ایک عجیب ولولہ اٹھا ہے اور اس پر آپ نے دعا کی ہے کہ اے رب! مجھے بھی ایک پاک بیٹا عطا کر۔ مجھے بھی ایسا بیٹا عطا کر جو تیرے نام کو بلند کرنے والا ہو جو تیرے نور کو دنیا میں پھیلانے والا ہو اور میری اچھی باتوں کو میرے بعد زندہ رکھنے والا ہو تا کہ میرے شریک یہ طعنہ نہ دیں کہ اس کی اچھائیاں اس کے ساتھ ہی مر گئیں وہ میری نیکیوں کا وارث ہو۔ وہ دعا جس جذبہ سے اٹھی ہے وہ ایسا جذبہ تھا کہ جس کے نامقبول ہونے کا سوال ہی نہیں تھا اور جب آپ نے یہ دعا کی کہ اے خدا! میرے تو بال سفید ہو گئے، میری ہڈیاں گل گئیں یہ دعا کرتے کرتے، اب میں اے خدا! یہ دعا کرتا ہوں کہ تو قبول فرما۔ میں تجھ سے مایوس نہیں ہوں تو معاً اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں! ہم تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، ایسا نام جو اس سے پہلے کبھی دنیا نے نہیں سنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر حضرت یحییٰ اسی شان کے ساتھ پیدا ہوئے جس شان کے ساتھ آپ کی خوشخبری دی گئی تھی اور آپ کی زندگی کے متعلق تو خیر ایک الگ لمبا مضمون ہے۔

میں واپس اس مضمون کی طرف آتا ہوں کہ دعا وہی ہوتی ہے جو مختلف وقتوں میں کی جاتی ہے مگر بعض دفعہ وہ دعا اثر سے لبریز ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ وہ دعا ایک سرسری سی دعا رہتی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ نعوذ باللہ

حضرت زکریاؑ سرسری دعا کیا کرتے تھے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ایک نبی جو دل کی گہرائی سے دعا کرتا ہے اس کی دعاؤں میں بھی مختلف وقتوں میں مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ عام آدمی کی دعاؤں میں بھی مختلف وقتوں میں مختلف اثرات ہوتے ہیں مگر جب کسی خاص واقعہ سے دل پر بہت گہرا اثر پڑا ہوا ہو تو اس وقت کی دعا اور رنگ رکھتی ہے۔ پس جب آپ بزرگوں کے اچھے واقعات پڑھیں دل پر اثر کرنے والے واقعات پڑھیں تو جس نوعیت کے وہ واقعات ہوں اس نوعیت کی جو دعا دل سے اٹھے گی وہ عام دعاؤں کے مقابل پر زیادہ اثر رکھنے والی ہوگی۔

پس دعوت الی اللہ کرنے والے تو سادہ لوگ ہیں۔ اکثر علم کے لحاظ سے بھی بہت پیچھے ہیں کمزور ہیں۔ جذبہ ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کرنا چاہتے ہیں اور کرنے کے لئے اپنا نام پیش کر دیتے ہیں مگر ان سے سلیقے کے ساتھ کام لینا ان کی ضروریات کو پورا کرنا ان کی تربیت کرنا، ان پر نظر رکھنا ان کی موقع بہ موقع مدد کرتے رہنا اور ان کو دن بدن دعوت الی اللہ کے کام کے لئے زیادہ تیار کرتے رہنا یہ سارے کام نظام جماعت کے کام ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اور جو ذرائع میں نے آج آپ کے سامنے رکھے ہیں ان کو اگر آپ استعمال کریں تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی دعوت الی اللہ کے کام میں بہتری کی طرف نمایاں فرق پیدا ہوگا اور اس کے علاوہ چند باتیں ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اگلے خطبہ میں میں ان کو بیان کرسکوں گا کہ نہیں مگر انشاء اللہ اس موضوع پر وقتاً فوقتاً آپ سے مخاطب ہوتا رہوں گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس عظیم الشان کام کو اس طرح سرانجام دیں جس طرح جماعت احمدیہ سے توقعات کی گئی ہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ **جماعت احمدیہ سے توقعات کی گئی ہیں تو یاد رکھیں کہ ہم سے یہ توقع کی گئی ہے کہ اسلام کی بعثت ثانیہ میں تبلیغ کے کام کو جماعت احمدیہ اپنے منتہٰی تک پہنچا دے گی اور اولین کے دور میں جو عظیم الشان کام حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ہاتھوں سے جاری ہوا آخرین کے دور میں آپ ہی کے غلام کامل اور عاشق عاشق حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے گا یہاں تک کہ ساری دنیا اسلام میں داخل ہو جائے گی یہ توقع ہے اور یہ توقع آپ سے خدا تعالیٰ نے کی ہے۔** اس توقع کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے کہ ایک ایسا روحانی وجود پیدا ہوگا جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دعوت الی اللہ کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے گا۔ یہ وہ وعدہ ہے جو قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ جس کے متعلق بہت سے بڑے بڑے پرانے مفسرین اور بزرگ بیان

کرتے ہیں کہ یہ وعدہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پورا ہونا ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الصّف:۱۰) یہ وہ وعدہ ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ ایک ایسا ظاہر ہونے والا ظاہر ہونا تھا جس کے زمانہ میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کا دین تمام دوسرے ادیان پر غالب آنا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ توقع رکھی اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اس کی خوشخبری عطا فرمائی اور آنحضرت ﷺ کے دل پر اس آیت کریمہ کا جو اثر ہوا ہوگا اس کا ہم پورا تصور تو نہیں کر سکتے مگر میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اس کے بعد ہم ہمیشہ آنحضور ﷺ کی دعاؤں میں شامل ہوگئے ہوں گے کہ اے خدا! جن پر بھی تو نے یہ ذمہ داری ڈالنی ہے ان کو توفیق عطا فرما ان کی مدد فرما اور ان کے لئے اس کام کے سارے مراحل آسان فرمادے تو آپ کے ساتھ، میرے ساتھ، ہم سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی توقعات اور دعائیں وابستہ ہیں اس لئے اس کام کو اگر ہم کماحقہ نہ کر سکیں تو ہمارا قصور ہے۔ یہ کام نہ صرف یہ کہ ہوسکتا ہے بلکہ ضرور ہوگا کیونکہ یہ مقدر ہے اس تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس لئے کوئی عذر کام نہیں آئے گا کہ جی! جن لوگوں کو ہم تبلیغ کرتے تھے وہ بنجر زمینیں تھیں وہ گندے علاقے تھے۔ جس قسم کے بھی لوگ تھے، جس قسم کے بھی علاقے تھے ان سب کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا اس کے باوجود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ وعدہ فرمایا کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ دین اسلام کو تمام دیگر ادیان پر غالب کر دیا جائے گا اور اہل اللہ بزرگوں نے اس آیت کریمہ کے متعلق یہ تفسیر بیان فرمائی کہ یہ واقعہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہونے والا ہے۔ پس ہم جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی جماعت ہیں ہم سے بہت بڑی توقعات ہیں اس لئے ان توقعات کے نتیجہ میں دل میں کامل یقین پیدا کریں۔ ٹھوس یقین کے ساتھ آگے بڑھیں۔ یہ کام ہوسکتا ہے۔ ضرور ہوگا اور خدا کے فضل سے ہمارے ذریعہ ہوگا اور پھر اس کے نتیجہ میں دعائیں کریں اس کے نتیجہ میں جو بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو پوری طرح ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ جو بقیہ مضامین ہیں وہ آئندہ کسی وقت انشاء اللہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:۔

میں ایک یہ بات کہنی بھول گیا تھا کہ اس سال کا آج کا جمعہ جو میں انگلستان میں ادا کر رہا ہوں اور اس سال کا آخری جمعہ ہے جو یہاں ادا ہوگا۔ اس کے بعد چند دن تک ہم انشاء اللہ تعالیٰ

ہندوستان میں ہوں گے اور قادیان کا سفر درپیش ہے۔

اس کے متعلق ساری جماعت آگاہ ہے۔ وہ دوست جو جارہے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سفر جہاں تک ممکن ہو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اور درود اور سلام بھیجتے ہوئے پورا کریں اور بہت کثرت سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ سالانہ کو ایک غیر معمولی اہمیت کا اعجازی جلسہ سالانہ بنادے اور جماعت کے لئے بہت سی خیر و برکت کا موجب بنے۔ وہ لوگ جو پیچھے رہ رہے ہیں ان کو پیچھے رہنے کا غم ہے وہ اپنے خطبوں میں ملاقاتوں میں بھی ذکر کرتے ہیں ان کو پیچھے رہنے کے غم کو اپنے لئے ایک بہت ہی نفع بخش سرمائے میں تبدیل کر دینا چاہئے۔ وہ اس غم کے نتیجہ میں دعائیں کریں کہ اے اللہ! ہم جا تو نہیں سکتے تو ہماری محرومی کے احساس کو قبول فرمالے اور ہمارے دکھ کو جماعت کے لئے خوشیوں میں تبدیل کر دے اور جو تکلیف ہم محسوس کر رہے ہیں اس کے نتیجہ میں جماعت کے لئے آسائش پیدا فرما اور تیرے وعدوں کے پورے ہونے کے دن قریب آجائیں۔ وہ جلسہ اگر ہم نہیں دیکھ سکتے تو ہمیں اس جلسے کی برکات دکھادے اور اس جلسہ کے نتیجہ میں ہونے والے عالمی افضال کے ہم بھی شاہد بن جائیں۔

پس اس رنگ میں جو پیچھے رہنے والے ہیں وہ بھی دعائیں کر کے اس جلسہ کے فیض میں شامل ہو سکتے ہیں اور اس جلسہ کے نتیجہ میں جو فیوض بعد میں ظاہر ہوں گے ان میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ گواہ بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ سارا عرصہ بہت دعائیں کرتے ہوئے گزاریں۔ خدا تعالیٰ اس سفر کے سارے مراحل آسان فرمادے اور ساری مشکلات دور فرمائے۔ دشمنوں کے حسد کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے اور سب اندھیروں کو روشنیوں میں بدل دے اور سب مشکلات کو آسانیوں میں تبدیل فرمادے اور اسیران راہ مولیٰ بھی تو ہیں جو خود اس جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے بلکہ اپنے قریب کے جلسوں میں بھی شامل نہیں ہو سکتے۔ اپنے دکھ کے وقت ان کا دکھ جو بہت زیادہ گہرا اور بہت زیادہ لمبے عرصہ پر پھیلا ہوا دکھ ہے اس کو بھی یاد کر لیا کریں اور ان کے لئے بھی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان عاجزانہ التجاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین